سحر: قرآن وحدیث کی نظر میں

صحیحین کی روایات کو ہدف تنقید بنانا تو خیر منکرین حدیث کا کام ہے ہی، جس سے انکا مقصد صحیح احادیث میں شکوک و شبہات پیدا کر کے انہیں ناقابل اعتبار قرار دینا ہے تاکہ جب احادیث نبویؐ ہی نہ رہیں تو حسب منشاء قرآن کی آیات کے مطالب وضع کئے جا سکیں اور وہ تمام حدود و قیود جو احادیث صحیحہ کی رو سے اپنے اوپر لاگو کرنی پڑتی ہیں، ان سے جان چھوٹ جائے۔ ان کے پروپیگنڈے سے بعض سادہ لوح مسلمان بھی کبھی متاثر ہو جاتے ہیں، چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ میں نبی علیہ السلام پر سحر کے واقعہ والی روایات پر تنقید بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی کبھی کبھی اس قسم کے سوالات اٹھائے جاتے تھے اور وہ حسب ضرورت مختصر وضاحت فرما دیا کرتے تھے، بات ختم ہو جاتی تھی لہٰذا اس موضوع پر باقاعدہ کوئی کام کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی کیونکہ ہمارا مشن تو لوگوں کو اللہ واحد کی بندگی کی دعوت عیاں پیش کرنا ہے اور ایمانداروں کا تزکیہ و تربیت۔ اگر ہم اس طرح کے مسائل میں الجھے رہے اور ہر باطل پرست کے پروپیگنڈے سے مرعوب ہونے لگے تو یہ اصل کام جو کہ انسان کا مقصد تخلیق ہے، دھرے کا دھرا رہ جائے گا اور یہ ہمارے ازلی دشمن، ابلیس لعین کے لئے باعث اطمینان ہوگا۔ لیکن اب جبکہ اس طرح کی باتوں کو بہت زیادہ اچھالا گیا اور نت نئے اعتراضات کر کے صحیحین کی احادیث پر بے جا تنقید باقاعدہ شروع ہو گئی جس سے بعض مخلص تحریکی ساتھی بھی پریشان نظر آنے لگے، دوسری طرف طاغوت پرست اس موقع کو غنیمت جان کر نئے جال کے ساتھ میدان میں آگئے تو ضروری سمجھا گیا کہ اس مسئلہ کی پوری پوری وضاحت کے لئے حبل اللہ میں ایک بسیط مضمون لایا جائے اور کوئی گوشہ تاریک نہ رہے تاکہ ایک طرف تو یہ مخلص تحریکی ساتھیوں کے لئے اطمینان قلب کا باعث ہو تو دوسری طرف نور حق کے اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کرنے والوں کے دلوں کا روگ ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام شیطانی اکساہٹوں سے اپنی پناہ میں رکھے (آمین)۔ اب آپ مضمون کا مطالعہ کریں (ادارہ)

قرآن و حدیث پر غور و تدبر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رب کائنات نے، جو خیر و شر کا خالق ہے، شیطان کی پیروی کا
نے والوں پر اتمام حجت اور مومنین صالحین کے امتحان و پختگی ایمان کے لئے شر کو مختلف شکلوں میں تخلیق فرمایا ہے اور شیا

الانس والجن کو اس کے استعمال کی چھوٹ بھی دی۔ یہ شر' مادی عوامل مثلاً ایٹم بم' گولی اور میزائل وغیرہ کی شکل میں بھی ہے اور غیر مادی عوامل مثلاً جادو' مشرکانہ جھاڑ پھونک اور ٹونے ٹوٹکے وغیرہ کی شکل میں بھی۔

قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جادو کرنا یا کروانا ایک مشرکانہ فعل ہے اور کبیرہ گناہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اور جادو کو موبقات (مہلک گناہ) میں شمار کیا ہے (بخاری) اور ایک دوسری حدیث میں جادو کو سات کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے جن میں تہمت' زنا اور سود خواری بھی شامل ہے (بخاری و مسلم)۔

یہ مسئلہ وقتاً فوقتاً لوگوں کے ذہنی خلفشار کا سبب بنتا رہا ہے کہ کیا واقعی اللہ کی مخلوق پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے اور کیا قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اسی کا تجزیہ کیا گیا ہے اور اس کی تاثیر وحدود پر تفصیلی بحث کی گئی ہے لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ یہاں جادو کا دفاع مطلوب نہیں کیونکہ یہ تو بلاشبہ کفر کا کام ہے' بلکہ یہاں اس سے مقصود قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا دفاع ہے اگر یہ نہ کیا جائے تو منکرین حدیث کی باطل تاویلات کا دروازہ کھل جاتا ہے' اللہ تعالٰی ان کے شر سے تمام سچے مسلمین کو اپنی پناہ میں رکھے! (آمین)۔

سحر کا ذکر اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا ہے جس سے اس کے اثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں' مثلاً سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا کہ اہل کتاب کا حال یہ ہے کہ انہوں نے کتاب الٰہی کے احکامات کو تو پس پشت ڈال رکھا ہے اور اتنے زبردست اخلاقی و اعتقادی انحطاط کا شکار ہو چکے ہیں کہ:

واتبعوا ماتتلوا الشیٰطین علیٰ ملک سلیمان وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلّمون الناس السحر' وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت وما یعلمان من احد حتیٰ یقولا انمانحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منہما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ وماھم بضاّرین بہ من احد الا باذن اللہ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۲)

ترجمہ : اور لگے پیروی کرنے اس کی جو شیاطین سلطنت سلیمان' کا نام لے کر پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے تو کبھی کفر نہیں کیا بلکہ کفر کے مرتکب تو شیاطین ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور (اس کے بھی پیچھے لگے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں' ہاروت وماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ وہ (دونوں فرشتے) کسی کو بھی یہ علم نہ سکھاتے تھے جب تک کہ اس سے یہ نہ کہہ دیتے کہ "ہم تو محض آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں لہذا تو کفر نہ کر۔" (پھر بھی) یہ ان دونوں سے وہ علم سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔ وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے حکم کے۔۔۔۔۔

یہ آیت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی اخلاقی و عملی تباہی کی ایک تصویر ہے کہ وہ کس قدر بے عمل' ست اور خواہشات نفسانی کے بندے بن گئے تھے اور پرائی خواتین پر ان کی نظر رہنے لگی تھی۔ دوسری طرف یہ شیاطین اپنی مکاری کا بازار گرم لئے ہوئے تھے' ان کا دعویٰ تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی اتنی عظیم الشان حکومت وسلطنت محض چند جادوئی اعمال' ٹونے منتر اور سحر پر قائم تھی اگر تم ہمارے کہے پر چلو تو یہ جادو ہم تمہیں بھی سکھائے دیتے ہیں' اور یہودی تھے کہ ان دکانوں پر ٹوٹے پڑتے تھے' تو اللہ تعالٰی نے اتمام حجت کے لئے دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کو بھیجا کہ جا کر اس بازار ساحری میں اپنی دکان لگائیں جو سیکھنے آئے

اسے پہلے سمجھا دیں کہ یہ کفر ہے پھر بھی اگر وہ سیکھنے پر ہی بضد رہے تو اسے سکھا بھی دیں تاکہ پھر ان کے لئے عذر خواہی کا کوئی موقع نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی علم تھا جو یہودی ان فرشتوں سے سیکھتے اور اگر تجربے سے اس کی تھوڑی بہت کامیابی انہیں حاصل نہ ہوتی تو یہ اس کے خریدار کیوں بنتے۔ آیت کے ان الفاظ "وہ اس کے ذریعے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے حکم کے" سے عقیدہ تقدیر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اللہ کی مشیت ہو تب ہی کسی پر اسکا اثر ہو سکتا ہے ورنہ چاہے کوئی لاکھ جادو کرتا رہے اثر نہیں ہو سکتا جیسا کہ سورۃ توبہ میں فرمایا گیا "**قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا**" (آپ کہہ دیں کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اس کے کہ جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے (سورۃ التوبہ آیت ۵۱)

کیونکہ اس آیت کی کوئی مزید وضاحت ہمیں قرآن وحدیث میں نہیں ملتی لہٰذا خواہ مخواہ ہم اس پر اپنی معروضات کو طول دینے کے بجائے ان اشکلات واعتراضات کی طرف آتے ہیں جو بعض آزاد فکر ناقدین اٹھاتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے (جیسا کہ تدبر قرآن میں امین احسن اصلاحی صاحب نے لکھا ہے) "فرشتے تو رحمت بن کر نازل ہوتے ہیں وہ اس طرح کی گمراہیاں پھیلانے تو نہیں آتے' یہ فرشتے دراصل جادوگری سکھانے نہیں بلکہ حقیقت اور جادو کا فرق بتانے آئے تھے" حالانکہ یہ محض کم عقلی وکم علمی کی باتیں ہیں' فرشتوں کے متعلق یہ تصور اپنا گھڑا ہوا ہے قرآن تو یہ بتاتا ہے کہ "**لا یعصون اللہ ما امر ہم ویفعلون ما یؤمرون**"

ترجمہ : وہ (یعنی فرشتے) کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسے پورا کرتے ہیں (تحریم ۶) اور" **یخافون ربہم من فوقہم ویفعلون ما یؤمرون**" (سورۃ النحل آیت ۵۰)

ترجمہ : "اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور جو بھی حکم دیا جاتا ہے اسے پورا کرتے ہیں۔"

فرشتوں نے اللہ کا یہ حکم بھی پورا کیا تو اس پر اعتراض کی کیا وجہ 'جبکہ وہ بتا کر اتمام حجت بھی کر دیتے تھے کہ **انما نحن فتنۃ فلا تکفر** (ہم تمہاری آزمائش کے لئے آئے ہیں' یہ کفر ہے' تم کفر نہ کرو) تاکہ پھر اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اسی طرح کی ایک دوسری مثال لوط علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ جو فرشتے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے وہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے جن کی خبر ملتے ہی قوم کے لوگ بے تحاشا لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ پڑے اور ان سے مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو بدفعلی کے لئے ہمارے حوالے کر دیا جائے' اب کیا یہ معترضین اعتراض کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں لوگوں کو بدفعلی پر اکسانے کے لئے کیوں بھیج دیا؟ آج بھی ایسا ہوتا ہے کہ حکومت اپنے آدمیوں کو گاہک کی حیثیت سے مجرموں کے پاس بھیجتی ہے تاکہ انہیں خلاف قانون چیزوں کی خرید و فروخت یا کوئی دوسرا خلاف قانون کام کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا جاسکے۔ آیات کے مفہوم پر اچھی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے' یہ واقعات قصہ گوئی سے لطف اندوزی کے لئے نہیں بلکہ اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ طالب ہدایت رب کریم کے "چھوٹ اور مہلت" کے اصول کو سمجھ لے جو انسان کے امتحان کا حصہ ہے' چنانچہ جادو کی شرانگیزی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتا دیا گیا کہ اسکا اثر "اذن اللہ" کے ساتھ مشروط ہے۔ اس کی مزید تائید سورۃ الفلق سے ہوتی ہے جس میں رب کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ گرہ لگا کر پھونک مارنے والیوں کے شر سے اپنے رب کی پناہ طلب کریں' اس طرح سچے مومنوں کو سحر کا توڑ مہیا کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ سحر کے مضرت رساں اثرات اگر ممکن نہ ہوتے تو پھر اس سے پناہ مانگنے کی تلقین تو بے معنی ہو جاتی۔ کتاب اللہ کو ماننے والا تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ حکیم ودانائے کل رب ذوالجلال کا کوئی حکم بے معنی ہو سکتا ہے یا نصیحت بے مقصد! قرآن کی کوئی آیت جادو اور اس کے اثرات کا مطلق انکار نہیں کرتی جس کو ناسخ مان کر ان آیات کو منسوخ قرار دیا جاسکے اور نہ ہی کسی

حدیث سے ایسا اشارہ ملتا ہے بلکہ بخاری و مسلم کی احادیث تو یہ بتاتی ہیں کہ نبی علیہ السلام آخری وقت تک معوذتین (یا معوذات) پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے رہے اور مرض الموت میں عائشہؓ نے پڑھ کر نبیؐ کا ہاتھ آپکے جسم پر پھیرا۔

ایک دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ **ماانزل علی الملکین** میں "ما" نافیہ ہے، موصولہ نہیں۔ تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ ان لوگوں کا دفاعی حربہ ہے۔ پوری آیت کے ربط و تسلسل پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو قوم یہود پر اتمام حجت کے تحت بھیجا تھا اس کے مطابق وہ فرشتے پہلے ان پر یہ واضح کرتے ہیں کہ ہم تمہارے لئے محض فتنہ ہیں، جادو کرنا و کرانا کفر ہے تم اس سے باز رہو۔ لیکن پھر بھی جب یہودی اصرار کرتے تو وہ ان کو سکھا دیتے تھے۔ آیت صاف بتا رہی ہے کہ فرشتے ان کو سحر سکھاتے اور یہودی ان سے وہ علم سیکھتے تھے جس کے ذریعے شوہر وہ بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ "ما" نافیہ مانیں تو پھر اس کا تو مطلب یہ ہو گا کہ فرشتوں پر جادو نازل ہی نہیں کیا گیا لیکن آیت کہہ رہی ہے کہ فرشتے ان کو سکھاتے تھے اور یہودی ان سے سیکھتے تھے۔ اس طرح آیت کے دونوں حصے ایک دوسرے سے متضاد ہوں گے۔ قرآن کی ایک ہی آیت دو متضاد باتیں بیان کرے، یہ قرآن کے شایان شان ہرگز نہیں! صاف اور صریح آیات کو ہیر پھیر کے ذریعے ایسے معنی کا لباس پہنانا، جو سیاق و سباق سے بے ربط ہو، کوئی علمی انداز تو نہیں ہو سکتا۔

یہ بھی امر واقعہ ہے کہ دنیا میں تمام مادی عوامل کا اثر بھی اذن اللہ پر ہی منحصر ہے اللہ کے اذن کے بغیر نہ تو آگ جلا سکتی ہے نہ زہر سے انسان ہلاک ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوا نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تمام مادی اور غیر مادی عوامل اللہ کے اذان اور مشیت کے بغیر بے اثر ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مادی عوامل مادی اسباب کے دائرے کے اندر محدود ہیں جن کے قوانین انسان نے مشاہدات اور غور و فکر کے ذریعے مرتب کر لئے ہیں اور ان کے لئے اسباب و اثر (Cause and effet) کی اصطلاحات وضع کر لی ہیں چنانچہ مادی عوامل کی اس سائنسی نظام کے تحت توضیح و توجیہ ممکن ہے اور بوقت ضرورت مضرت رسانی کا سدباب بھی ممکن ہے۔ اس لئے اس کا شعور و ادراک آسان ہے اس کے برعکس غیر مادی یا سفلی عملیات مادی اسباب کے دائرے سے باہر ہونے کے سبب شعور و ادراک کی پہنچ سے باہر ہیں اور انسانی وضع کردہ نظام و قوانین کے تحت ان کی توجیہ ممکن نہیں، انہیں تسلیم صرف اس وجہ سے کیا جائے گا کہ قرآن و حدیث سے اس کا وجود اور محدود اثر ثابت ہے۔ رب کریم کی عظیم حکمت ہے کہ مادی شر الامور کو زیادہ وسعت دی گئی ہے۔ مثلاً ایٹم بم، راکٹ، میزائل وغیرہ کیونکہ ان کا سدباب بھی مادی عوامل سے ممکن ہے جبکہ غیر مادی یا سفلی عملیات کا دائرہ کار انتہائی محدود ہے انہیں تباہ کاریوں کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مادی عوامل کے اثرات انسانی حواس کے دائرے میں ہونے کے سبب یقین کی حد تک پہنچتے ہیں مثلاً آگ کا جلانا، پانی کا بجھانا اور دوسرے کیمیائی عناصر کی منفعت و مضرت وغیرہ لیکن جادو وغیرہ کی تاثیر کا معاملہ بالکل برعکس ہے یہ بظاہر تو مادی قوانین و نظام کے خلاف ہے لیکن اس کا ثبوت قرآن و حدیث کے شواہد اور دلائل کی روشنی میں محض نفسیاتی و تخیلاتی حد تک اثر انداز ہونے کا ہی ملتا ہے اور وہ بھی کسی قدر محدود۔ امور شر کے وجود و اثرات کے سلسلہ میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ جس طرح رب کریم نے مادی امور کے لئے مادی ذرائع اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے غیر مادی شر کے لئے تعوذ باللہ کا نسخہ عنایت فرمایا ہے دراصل مومن مادی اور غیر مادی شر و عملیات کی مضرت رسانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے توکل علی اللہ اور تعوذ باللہ پر مکمل اعتماد کرتا ہے کیونکہ اس کا بہر حال یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، پریشانی، دکھ یا تکلیف اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آ سکتی جیسا کہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۵۱ میں فرمایا گیا۔ یہ ایمان و عقیدہ مادی اسباب و ذرائع سے بھی زیادہ قلبی سکون اور تقویت کا باعث بنتا ہے۔

مسئلہ کا دوسرا غور طلب پہلو یہ ہے کہ کیا کسی نبیؑ پر سحر ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اس کا جواب موجود ہے اور اس واقعہ میں سحر کی حقیقت اور نوعیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ نبوت ملنے پر موسیٰ وہارون علیہما السلام فرعون کے پاس الہ واحد کی بندگی کی دعوت اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ لے کر جاتے ہیں' فرعون کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزات پیش کرتے ہیں' وہ انہیں جادو قرار دیتا ہے اور اپنے جادوگروں سے مقابلے کی دعوت دیتا ہے' قومی تہوار کا دن جو کہ قریب ہی تھا مقابلے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ فرعون تمام مملکت میں اعلان کروا کے بڑے بڑے جادوگروں کو بلوا لیتا ہے' جشن کے دن موسیٰ علیہ السلام اور جادوگر آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ جادوگروں کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور رسیاں موجود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام ان کو اللہ پر جھوٹ باندھنے (یعنی جادوگری کے ذریعے حق کا مقابلہ کرنے) کے انجام' یعنی تباہی و بربادی سے ڈراتے ہیں بالآخر موسیٰ علیہ السلام کے مطالبے پر جادوگر اپنی لاٹھیاں اور رسیاں فرعون کا نام لیکر پھینک دیتے ہیں' اس کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"فلما القوا سحروٓا اعين الناس واسترهبوهم وجاءو بسحر عظيم" (سورۃ الاعراف آیت ۱۱۶)

ترجمہ : "جب انہوں نے (اپنے سحر) پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا اور انہیں خوفزدہ کردیا اور بہت بڑا جادو بنالائے"

سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے اس موقع کی منظر کشی اس طرح فرمائی ہے :

فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعىٰ فاوجس فى نفسه خيفة موسىٰ (سورۃ طٰہٰ آیت ۶۷۔۶۸)

ترجمہ : "یکایک ان کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو کے اثر سے موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے۔"

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ جادو (جسے اللہ تعالیٰ نے سحر عظیم سے تعبیر کیا ہے) آنکھوں پر کیا گیا تھا جس کے اثر سے اور لوگوں کی طرح موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں بھی لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں' یہ نہیں کہا گیا کہ جادو سے لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن گئیں کیونکہ جادو میں قلب ماہیت یعنی کسی چیز کو کچھ اور بنا دینے کی طاقت نہیں بلکہ صرف نظر اور خیال کو نفسیاتی حد تک دھوکا ہو سکتا ہے' اب چونکہ موسیٰ علیہ السلام پر بھی یہ سحر اثر انداز ہوا لہٰذا وہ بھی وقتی طور پر ڈر گئے حالانکہ وہ جادو کی حقیقت کو جانتے تھے کہ یہ سراسر جھوٹ ہوتا ہے جیساکہ سورۃ یونس میں آتا ہے کہ جب فرعون نے ان کے معجزات کو جادو قرار دیا تو انہوں نے کہا۔

أتقولون للحق لما جآء كم أسحر هذا ولا يفلح الساحرون (یونس آیت ۷۷)

ترجمہ : تم حق کو یہ کہتے ہو جبکہ یہ تمہارے سامنے آیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پایا کرتے۔

لیکن چونکہ سحر کا اثر' اور لوگوں کی طرح انکی آنکھوں اور تخیل پر بھی ہوا (کیونکہ نبی بھی بشر ہی ہوتا ہے) لہٰذا وہ بھی وقتی طور پر ڈر گئے۔ سورۃ طٰہٰ کی درج بالا آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں جادوگروں کی لاٹھیاں لاٹھیاں ہی رہی تھیں سانپ نہیں بن گئی تھیں وہاں وہ دوڑ بھی نہیں رہی تھیں ورنہ "یخیل الیہ" "موسیٰ علیہ السلام کو خیال ہوا" کا لفظ بیکار ہو جاتا ہے۔ جادو کے جھوٹ اور فریب نظر ہونے کے سلسلے میں سورۃ طٰہٰ اور الاعراف کی آگے کی آیات مزید اور فیصلہ کن رہنمائی کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دے کر فرماتا ہے **"والق ما فى يمينك تلقف ما صنعوا"**۔ (طٰہٰ آیت ۶۹)

ترجمہ:۔ "اور جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے اس کو پھینک دے یہ انکی اس بناوٹ کو نگل جائے گا۔"

واوحينا الىٰ موسىٰ ان الق عصاك فاذا هى تلقف ما يافكون" (الاعراف آیت ۱۱۷)

ترجمہ:۔ "اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا پھینکو' (جب انہوں نے پھینکا) تو وہ ان کے جھوٹ کو نگلتا چلا گیا۔"

ان آیات میں وہ الفاظ قابل غور ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے کیے گئے کام کو "افک" (جھوٹ) اور "صنع" (بناوٹ) بتایا ہے ظاہر ہے کہ یہ "افک" اور "صنع" انکی لاٹھیاں اور رسیاں تو تھی نہیں کیونکہ یہ تو درختوں سے کاٹی گئی لکڑی اور بٹی ہوئی رسیاں تھیں جو انہوں نے خریدی یا بنائی ہونگی یہ "افک" اور "صنع" دراصل انکا جادو تھا جسکے اثر سے یہ چیزیں دوڑتی ہوئی لگ رہی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بننے والا "ثعبان مبین" جہاں جہاں گیا اس سحر کو نگل گیا اور یہ سحر ختم ہو گیا۔ آنکھوں پر سحر کا اثر زائل ہونے پر ہر لاٹھی بے جان لاٹھی اور ہر رسی بے جان رسی ہی نظر آنے لگی۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں ہی جادو تھیں جسکے لیے آیت میں "صنعوا" (بناوٹ) اور "یا فکون" (جھوٹ) کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ کہنے والے تو جادو کے اثرات اور بھی زیادہ مانتے ہیں کہ جادو سے کوئی لاٹھی یا رسی بھی بنائی جا سکتی ہے۔ پھر تو سارا مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

باقی رہیں سطحی باتیں تو انکی کوئی اہمیت نہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ "مفسرین کا قول ہے کہ جادوگر لاٹھیوں اور رسیوں پر کوئی کیمیکل لگا کر لائے تھے جو دھوپ پڑنے سے ہلنے لگتا تھا" کچھ یوں بھی کہتے ہیں کہ "ہو سکتا ہے کہ جادوگر ربر کی رسیاں بنا کر اور بل دے کر لائے ہوں یا ان میں پارہ بھر دیا گیا ہو یا پھر کوئی اور کیمیکل استعمال کیا ہو جس سے یہ دوڑنے لگیں اور یہی جادو ہے" تو یہ منکرین کا محض تجاہل عارفانہ ہے!

اول تو یہ کہ یہ تمام باتیں مفسرین کا قول نہیں بلکہ معتزلہ کی بناوٹی باتیں ہیں۔ (جو کہ ہر بات کو عقل پر پرکھنے کے عادی تھے) اور کتب تفاسیر میں یہ سارا مواد انہی کے نام سے پایا جاتا ہے پھر یہ تاویلات قرآن کے الفاظ کا بھی ساتھ نہیں دیتیں۔ جیسے کہ پہلے آیات کے الفاظ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر مسالہ لگانا یا ربر کی رسی بنانا ہی سحر ہے تو اس کو سحر عظیم کہنے کی کیا ضرورت تھی اور اس کے لیے معجزاتی "ثعبان مبین" کی کیا ضرورت تھی بلکہ موسیٰ علیہ السلام ایک ایک لاٹھی اور رسی اٹھا کر بتاتے کہ ظالمو! اسمیں تو تم نے فلاں کیمیکل استعمال کیا ہے جبکہ سورۃ یونس کی آیات نمبر۷۷ (جو پہلے درج کی جا چکی ہے) بتاتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام مقابلے سے پہلے ہی سحر کے بے اصل ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

دوسری ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ "افک" اور صنع" کے الفاظ کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سحر لاٹھیوں اور رسیوں پر کیا گیا تھا جبکہ سورۃ اعراف کی آیت صاف بتاتی ہے کہ یہ سحر لوگوں کو آنکھوں پر کیا گیا تھا نہ کہ رسی اور لاٹھی پر! دراصل بات صرف اتنی ہے کہ سحر کوئی مادی شے تو ہے نہیں جسکی کوئی دوا اور دو چار جیسی توجیہ کی جا سکے یہ تو شیطانی کلمات خبیثہ ہے

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ معتزلی فکر کے قدیم و جدید حاملین سحر اور اس کی متعلقہ اصطلاحات کو قرآن و حدیث سے آزاد ہو کر اپنے پسندیدہ معنی و مطالب کا لباس پہنا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ صد شکر ہے رب کریم کا کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کا سدباب فرما دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں سورۃ البقرۃ میں "**ماتتلو الشیاطین**" کو سحر کہا اور اس کو علم کی حیثیت سے پیش کیا۔ سورۃ الفلق میں گرہ لگا کر دم کرنے والیوں سے تعوذ کی ہدایت دی گئی اور پھر نبی علیہ السلام نے نسائی کی روایت میں اس کی مزید تشریح فرما دی: "**من عقد عقدۃً ثم نفث فیہا فقد سحر و من سحر فقد اشرک و من علق شیأً و کل الیہ**........(نسائی)

اس طرح قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ سحر ایسا شیطانی عمل ہے جو سفلی علم، کلمات خبیثہ اور دم وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ سازشوں، پروپیگنڈوں، ہاتھ کی صفائی یا کیمیکل وغیرہ کے استعمال کو قرآن و حدیث میں سحر نہیں کہا گیا ہے۔ یہ بعد کی اختراعات ہیں۔

اور الفاظ ہوتے ہیں جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت میں **"ماتتلوا الشیاطین"** اور **"یعلمون الناس"** کے الفاظ سے ظاہر ہے' یہی وہ شیطانی افک ہے جس سے کسی شے کی بناوٹ کچھ اور دکھائی دیتی ہے' اسی افک سے پیدا ہونے والی بناوٹ کو اژدہے نے ختم کردیا اور ہر شئے اپنی اسی حالت میں نظر آنے لگی جیسی کہ وہ مقابلے سے پہلے تھی۔ احادیث میں بیان ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے گئے سحر کے واقعہ میں بھی یہی آتا ہے کہ اللہ نے وہ اشیاء ختم نہیں کیں جن پر سحر کیا گیا تھا بلکہ انکا اثر ختم کردیا۔ یہاں تحت الاسباب اور فوق الاسباب کی خواہ مخواہ بحث چھیڑنا بھی کم علمی کی دلیل ہے۔ یہ تو مشیت الٰہی کے تحت ہے اور اس نے شر کو جو مہلت اور چھوٹ دی ہے یہ اسی کا حصہ ہے۔ آخر شیطان دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تو یہ فوق الاسباب ہے یا تحت الاسباب؟ معترضین کا ایک اور غلط استدلال یہ بھی ہے کہ لبید ابن اعصم یہودی کے نبی علیہ السلام پر کئے گئے سحر کا اثر تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کفار مکہ کے اس الزام کی تصدیق ہو جاتی ہے جو وہ نبیؐ پر لگایا کرتے تھے کہ:

"وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحورا" (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۸)

ترجمہ:۔ "اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم (یعنی صحابہ کرامؓ) تو ایک جادو زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو۔"

اسی طرح کا مضمون سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۷ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ دراصل یہ الزام تو تمام قومیں اپنے انبیاءؑ پر لگاتی رہی ہیں اور اسی قسم کے دوسرے الزامات بھی سورۃ بنی اسرائیل میں ہیں کہ یہی الزام فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام پر لگایا تھا:۔

"انی لاظنک یا موسیٰ مسحورا" (بنی اسرائیل آیت ۱۰۱)

ترجمہ:۔ اے موسیٰ میرا تو گمان ہے کہ ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے۔"

جبکہ سورۃ طٰہٰ سے موسیٰ علیہ السلام پر سحر کا اثر ہونا بھی ثابت ہے' چند لمحوں کے لئے ہی سہی! تو کیا یہاں یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے الزام کی تصدیق کی ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ فرعون کا یہ الزام اس واقعہ کے باعث نہ تھا اور نہ ہی کفار مکہ کا الزام لبید ابن اعصم کے کیے گئے سحر کے باعث تھا کیونکہ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الفرقان مکہ میں نازل ہوئیں اور یہ واقعہ ہجرت کے ساتویں سال' غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا۔ اس الزام کا واقعہ سحر سے نہ کوئی تعلق ہے نہ تسلسل۔ موسیٰ علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور اس کی قوم کی نظر میں جو مقام تھا (دنیوی حیثیت سے) اسی کے پس منظر میں وہ اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ ہم سے عفو و درگزر کے طالب ہوتے' الٹے ہمیں وعظ و نصیحت کر رہے ہیں اور اپنی پیروی کی دعوت دے رہے ہیں اور نہ ماننے کی صورت میں عذاب کی دھمکی! ہمارے خیال میں کسی نے آپ پر جادو کردیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کفار مکہ اللہ واحد کی بندگی کی دعوت دینے پر مسحور کہا کرتے تھے کہ لوجی! کل تک تو یہ ٹھیک ٹھاک تھے۔ آج کیسی باتیں کرنے لگے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بابا اولاد نہیں دے سکتے' اسماعیل علیہ السلام بابا بگڑی نہیں بنا سکتے' لات" بابا گنج بخش نہیں ہے' مناۃ اور عزیٰ کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے بلکہ سب کچھ کرنیوالی ذات اکیلے اللہ کی ہے تو ضرور ان پر کسی نے جادو کردیا ہے یا پھر ہمارے دیوتاؤں ہی کی مار پڑی ہے اور انکی یہ ساری تعلیمات جادو ہی کا نتیجہ ہیں۔ لیکن یہ واقعہ جو سورۃ الفرقان اور بنی اسرائیل کے نزول سے سالوں بعد وقوع پذیر ہوا انکے الزام کی کیسے تصدیق کر سکتا ہے؟ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ فرعون کے الزام کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ صرف یہ بتاتا ہے کہ نبیؑ بھی انسان ہی ہوا کرتا ہے لہٰذا اس پر بھی اور انسانوں کی طرح بشری کیفیات ہی گزرتی ہیں اور یہ نبیؑ کی عصمت کے منافی نہیں جسکا اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ آیت ۶۷ میں ذمہ لیا ہے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کو ستایا گیا اور بعض کو قتل کیا گیا' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ستایا گیا' ان پر غلاظت ڈالی گئی' طائف میں پتھروں سے زخمی کیا گیا۔ غزوہ احد میں زخمی ہوئے۔ یہ مادی مضرت رسانی تھی' پھر یہ سحر کا واقعہ جسکا اثر صرف نبی علیہ السلام کی خانگی زندگی پر ہوا نبوت و رسالت کے کام پر یہ ہر

گزاشرانداز نہیں ہوا، تمام روایات میں بیان کردہ اس واقعہ کا تعلق نبی علیہ السلام کی ذاتی زندگی ہی تک محدود ہے لہٰذا اسے اس سے باہر لے جانے کی کوشش سفیہانہ و شاطرانہ انداز ہے اور محتاج دلیل بھی۔

اس کے علاوہ بھی کچھ عجیب و غریب باتیں سامنے آئی ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث سے مسئلہ بالکل واضح ہے اس کے باوجود کٹ حجتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ نہ جانے منکرین حدیث کی طرح احادیث صحیحہ پر اعتراضات وارد کرکے یہ کون سا باطل مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں[1]۔ ان لوگوں کے اٹھائے ہوئے اکثر اشکالات کی تسلی بخش وضاحت تو مضمون میں کردی گئی ہے۔ لیکن چند باتیں ایسی ہیں جنکی وضاحت یہاں ضروری ہے تاکہ خواہ مخواہ کسی کے ذہن میں کوئی اشکال نہ رہے۔ اعتراض نقل کرکے اس کی وضاحت نیچے درج کی جاتی ہے۔

اعتراض:۔ اگر جادو اللہ کا کلام ہوتا تو حق ہوتا باطل نہ ہوتا کفر و شرک نہ ہوتا۔

جواب:۔ اس طرح قرآن و حدیث کے مقابلہ میں عقلی اعتراضات وارد کرنا کوئی علمی طریقہ نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے جادو فرشتوں پر نازل کرکے اسے محدود چھوٹ دی تو اسکا مطلب یہ کیسے ہوگیا کہ جادو حق ہے باطل نہیں، جبکہ ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ یہ کفر ہے لہٰذا اپنا ایمان برباد نہ کرو، اگر کسی چیز کے حق یا باطل ہونے کا انحصار اسی بات پر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اتارا اور چھوٹ دی ہے تو پھر شیطان اور اس کے کارناموں کو بھی حق قرار دینا پڑیگا کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے چھوٹ دی ہے اگرچہ اس سے خبردار بھی کردیا ہے کہ یہ تمہارا دشمن ہے۔ کیا اس کے لئے کوئی تیار ہو سکتا ہے؟ اور پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ بات کو قرآن و حدیث کے ٹھوس دلائل سے منوانے کے بجائے قاضی بیضاوی اور شیخ زادہ کے فتوؤں سے منوایا جارہا ہے۔

اعتراض:۔ موسیٰ علیہ اسلام جادو سے خوفزدہ نہیں ہوئے تھے کیونکہ جادوگروں کے حربے پھینکتے ہی انہوں نے کہدیا تھا کہ **ماجئتم بہ السحر......** الخ "تم نے جو کیا ہے یہ جادو ہے اللہ تعالیٰ ابھی اسے باطل کردے گا۔" (سورۃ یونس)

جواب:۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس جادو ہی سے دل میں خوف محسوس کیا تھا اور کہ کسی وجہ سے نہیں جیسا کہ سورۃ طٰہٰ کی آیات میں پہلے آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ "یکایک ان کی لاٹھیاں اور رسیاں موسیٰ" کے خیال میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں، پس موسیٰ علیہ السلام اپنے دلمیں ڈر گئے" سورۃ یونس کی آیات سے جس طرح نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ انداز سراسر غلط ہے۔ اگر ایک واقعہ قرآن میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہو تو ان تمام مقامات کو سامنے رکھتے ہوئے واقعہ مرتب کیا جاتا ہے ورنہ اختلاف آیات لازم ہو جاتا ہے اور یہ قرآن میں ممکن نہیں کہ اس میں اختلاف ہو۔ سورۃ طٰہٰ کی آیات کے مطابق جب موسیٰ علیہ السلام نے خوف محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ "ڈرو نہیں تم ہی غالب رہوں گے.... یہ تو جو کچھ بنالائے ہیں یہ ساحر کی فریب کاری ہے اور ساحر جس شان سے آئے کامیاب نہیں ہونے کا۔" تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام کا خوف دور ہوا اور انہوں نے کہا "تم جو بنالائے ہو یہ جادو ہے اللہ ابھی اسے باطل کیے دیتا ہے کیونکہ اللہ مفسدین کے کام کو سدھرنے نہیں دیتا۔" اگر اس طرح سے واقعات کو ترتیب نہ دیا جائے تو تفسیر القرآن بالقرآن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک مثال ملاخط ہو۔ لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آتے ہیں تو قوم والے خوشی کے مارے انکے گھر پر جمع ہوگئے اور مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کردو۔ لوط علیہ السلام ان کی بے انتہا منت سماجت کرتے

---

[1] سوائے اس کے کہ شکوک و شبہات کے ذریعہ ایمانداروں کو راہ حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں شیطان کا ساتھ دیں۔

رہے کہ "اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوانہ کرو" کیونکہ لوط علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں' فرشتوں نے انہیں بعد میں بتایا کہ "اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں انکے ہاتھ تم تک نہیں' پہنچ سکتے" (سورۃ ھود) جبکہ سورۃ العنکبوت کی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے آتے ہی لوط علیہ اسلام کو اپنی حقیقت بتادی تھی اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ورنہ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ قوم کے لوگوں کے ہلہ بولنے پر جو آپ نے انکی منت سماجت کی اور یہ تک کہا "کاش میرے پاس تمہیں سیدھا کردینے کی طاقت ہوتی یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا" تو یہ سب نعوذباللہ ڈرامے سے زیادہ کوئی چیز نہ تھی! ایسی اور بھی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

اعتراض:۔ فرعونی ساحر نقلی سانپ بناکر لائے تھے اور ان میں پارہ بھردیا تھا' وہ دھوپ میں گرم ہوکر چلنے لگے۔

جواب:۔ یہ عقلی توجیہات ہیں جو معتزلہ سے منکرین نے مستعار لی ہیں۔ کتب تفاسیر دیکھی جاسکتی ہیں' پتہ چل جائے گا کہ یہ خیالات کن کے ہیں۔ اگر جادوگر لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ کی شکل کا بناکر لائے ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام انہیں مقابلے سے پہلے ہی ٹوک دیتے کہ تم تو سانپ لے آئے جبکہ لاٹھی سے سانپ بناکر دکھانا تھا۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں نہ تو سانپ بن گئی تھیں اور نہ ہی دوڑ رہی تھیں اگر ایسا ہوتا تو اس کے اظہار کے لئے الفاظ تقریباً اس قسم کے ہوتے کہ "**فاذا حبالهم و عصيهم من سحرهم تسعىٰ**" (انکی لاٹھیاں اور رسیاں انکے جادو کی وجہ سے دوڑنے لگیں) جبکہ آیت یوں ہے "**فاذا حبالهم و عصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعىٰ**" (موسیٰ علیہ السلام کو ایسا خیال ہوا کہ انکی لاٹھیاں اور رسیاں انکے جادو سے دوڑ رہی ہیں) "یخیل الیہ" کالفظ نفس مسئلہ یعنی جادو کی حیثیت قطعاً واضح کردیتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں کوئی لفظ بے کار استعمال نہیں کیا گیا ہے اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ صحیحین کی احادیث میں نبی علیہ السلام پر کیے جانے والے جادو کا جو ذکر آتا ہے' اسمیں بھی راوی یہی بیان کرتے ہیں کہ "**كان رسول الله يخيل اليه انه يفعل الشئ و ما فعله**" (رسول اللہؐ کسی کسی کام کے متعلق یہ خیال فرماتے تھے کہ یہ کام میں کرچکا ہوں اور وہ نہیں کیا ہوتا تھا) موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ میں "یخیل الیہ" کا لفظ مشترک ہے اب ایک کا اقرار اس وجہ سے کہ یہ قرآن میں بیان ہوا ہے اور دوسرے کا انکار کہ احادیث میں بیان ہوا ہے اور وہ احادیث بھی صحیح ہوں تو یہ کسی مسلم کا ذہن تو نہیں ہوسکتا' اسے پھر منکرین حدیث کا ذہن نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

اعتراض:۔ مسند احمد اور حاکم وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جادو کی تصدیق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

جواب:۔ قرآن مجید اور صحیحین کی احادیث سے مسئلہ واضح ہوجانے کے بعد مسند احمد اور حاکم وغیرہ کی روایات کو مقابلہ میں لانا اور ان سے استدلال کرنا انتہائی جاہلانہ و سفیہانہ انداز ہے۔ بایں ہمہ دیکھئے کہ یہ روایات تو صرف یہ بتاتی ہے کہ "**مصدق السحر**" (جادو کو سچ جاننے والا یعنی جادو کو حق سمجھنے والا) جنت میں نہیں جائے گا اور الحمدللہ ہم نہ تو سحر کو حق سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسباب میں جاری ایک سبب سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہم اسے کفر' فریب' بناوٹ اور جھوٹ سمجھتے ہیں' جس کی تفصیل مضمون میں موجود ہے۔ ایک دعویٰ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ نبی علیہ السلام پر سحر کئے جانے کے واقعہ کو بیان کرنے والی تمام روایات ضعیف ہیں اور ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دجال کے بارے میں آنے والی تمام روایات بھی ضعیف ہیں حالانکہ صحیح بخاری اور مسلم میں ان مضامین کی متعدد روایات موجود ہیں اور پھر اس اجمال کی کوئی تفصیل بھی ابھی سامنے نہیں آئی۔ صاف

نظر آتا ہے کہ یہ شوشے چھوڑنے والے انکار حدیث کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ بہرحال! ضروری ہے کہ یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔ چونکہ سحر کی روایات پر باقاعدہ تحریری طور پر کوئی علمی اعتراض' اصول حدیث کی بنا پر سامنے نہیں آیا اسلئے منکرین حدیث سے سابق ملاقاتوں میں سنے ہوئے اعتراض کو ہی نقل کرکے جواب نذر قارئین کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ یہ واقعہ صرف ھشام بن عروہ سے مروی ہے اور آخری عمر میں جب یہ عراق گئے تو ان کا حافظہ جواب دے گیا تھا۔ چنانچہ کوفی راویوں کی ھشام سے روایات نا قابل اعتبار رہیں۔

جواب:۔ ھشام بن عروہ کے متعلق کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ آخری عمر میں انکا حافظہ بالکل ختم ہوگیا تھا۔ کتب اسماء الرجال ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ان میں صرف یہ پایا جاتا ہے کہ آخر عمر میں انکے حافظے میں کمزوری واقع ہوگئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں جوانی جیسا حافظہ تو نہیں رہتا۔ ھشام ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۵ یا ۱۴۶ ہجری میں تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں انکی وفات ہوئی۔ انکے حافظے میں کمزوری کے متعلق کچھ فنی بحثیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کمزوری کس نوعیت کی تھی لیکن یہ ہم روایات سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ حافظے میں کمزوری آنے سے پہلے تو انکے ثقہ اور ثبت ہونے میں کسی کو کوئی اشکال نہیں۔ عبدالرحمان بن یوسف بن خراش کہتے ہیں "سمع منہ باخرہ وکیع وابن نمیر و محاضر" (تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۴۰)

(آخری عمر میں ان سے وکیع ابن الجراح' عبداللہ ابن نمیر اور محاضر ابن تمیم نے روایات سنی ہیں)۔

معلوم ہوا کہ آخری عمر میں جب انکے حافظے میں کمزوری واقع ہوئی تو اس وقت مندرجہ بالا تین اشخاص نے ان سے روایات اخذ کی ہیں جبکہ بخاری میں سحر کے متعلق جتنی روایات ہیں ان میں ھشام سے نقل کرنے والے ان تینوں میں سے کوئی نہیں۔ "کتاب الطب" (باب السحر) میں پہلی روایت کے ھشام سے راوی عیسیٰ بن یونس ہیں اس روایت کے آخر میں امام بخاری بتاتے ہیں کہ "اس روایت کو ھشام سے ابو اسامہ' ابو ضمرہ' انس بن عیاض)' ابن ابی الزناد' لیث ابن سعید اور سفیان بن عینیہ نے بھی روایت کیا ہے"

اسی باب میں سحر کی دوسری روایت میں سفیان ابن عینیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہم سے یہ حدیث ابن جریج نے بیان کی ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں آل عروہ نے عروہ ابن الزبیر سے سن کر حدیث سنائی۔ پھر سفیان کہتے ہیں کہ (جب میری ملاقات ھشام سے ہوئی) میں نے ھشام سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے والد کے واسطے سے حدیث سنائی۔ تیسری روایت ھشام سے ابو اسامہ بیان کرتے ہیں "کتاب الادب" باب "**قول اللہ تعالی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان...... الخ**" میں بھی یہی روایت سفیان سے مروی ہے۔

"کتاب بدء الخلق" باب "صفۃ ابلیس وجنودہ" میں اس روایت کے ھشام سے راوی عیسیٰ بن یونس ہیں' اسی روایت میں لیث ابن سعد کہتے ہیں "مجھے ھشام نے لکھ کر بھیجا کہ انہوں نے اس روایت کو اپنے والد سے سنا اور یاد رکھا" پھر آگے حدیث ہے۔ "کتاب الدعوات" باب "تکریر الدعا" میں اس روایت کے ہشام سے راوی ابو ضمرہ (انس بن عیاض) ہیں۔ الغرض روایات میں ھشام بن عروہ سے روایت کرنے والا ان تین راویوں میں سے کوئی نہیں جنہوں نے ان سے آخری عمر میں روایات سنی ہیں۔ البتہ مسلم میں جو

---

(۱) عبدالرحمٰن ابن ابی الزناد مدینے کے رہنے والے ہیں' جن کے بارے میں یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ھشام بن عروہ سے روایت کرنے والوں میں سب سے پختہ ہیں (تذکرۃ الحفاظ)

دو روایات ہیں ان میں پہلی روایت کے ہشام سے راوی عبداللہ ابن نمیر ہیں جو ان تین راویوں میں شامل ہیں۔ لیکن اس میں بھی بخاری کی روایات سے صرف اتنا اختلاف ہے کہ عائشہؓ کا سوال "افلا استخرجتہ" (آپ نے ان اشیاء کو نکالا نہیں؟) اس صورت میں بیان کیا گیا ہے "**افلا احرقتہ**" (آپ نے ان اشیاء کو جلا نہیں دیا؟) باقی پوری روایت بخاری کی روایات کی طرح ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہشام کے حافظے میں معمولی ہی کمزوری آئی تھی۔

صحیح بخاری کی روایات میں ہشام سے راویوں میں ابن جریج مکہ کے رہنے والے ہیں، لیث ابن سعد (مشہور فقیہ) مصر کے رہنے والے ہیں۔ اور ابو ضمرہ (انس بن عیاض) مدینے کے رہنے والے ہیں جس سے یہ اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ اس روایت کا تمام تر دارومدار کوفہ ہی کے محدثین پر ہے اور ابن جریج جو یہ کہتے ہیں کہ "ہمیں آل عروہ نے حدیث سنائی" اگرچہ انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا لیکن اس بات کا امکان ہے کہ ہشام کے علاوہ عروہ کے دوسرے بیٹوں نے بھی یہ حدیث روایت کی ہو گی۔ مندرجہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) بخاری میں سحر کے واقعے کو بیان کرنے والی روایات کا دارومدار صرف کوفہ ہی کی محدثین پر نہیں بلکہ دوسرے متعدد محدثین نے بھی اس کو روایت کیا ہے، لہٰذا یہ اعتراض خود بخود کالعدم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوفہ کے محدثین میں سے کوئی بھی ان تین راویوں میں شامل نہیں، جنہوں نے ہشامؒ سے آخری عمر میں احادیث سنی ہیں۔ اس طرح بخاری کی روایات پر یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔

(۲) اب رہیں مسلم کی دو روایات تو ان میں سے ایک روایت میں عبداللہ ابن نمیر ان تین میں شامل ہیں جنہوں نے آخری عمر میں ہشام سے روایات لی ہیں، دوسری روایت میں کوئی نہیں، اور اس ایک روایت کا بھی بخاری کی روایت سے اتنا معمولی فرق ہے جو اعتراض کو بالکل ہی غیر موثر کر دیتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بخاری و مسلم کے واقعہ سحر کی روایات پر منکرین حدیث کا اعتراض قطعاً بے بنیاد ہے۔

اعتراض:۔ اس روایت میں اضطراب بھی ہے۔

جواب:۔ اگر دو یا تین جملوں یا الفاظ کے مختلف ہونے سے روایت کو مضطرب قرار دیا جانے لگے تو کم ہی روایات بچ سکیں گی جبکہ فرق بھی معمولی ہو۔ اصول حدیث کے لحاظ سے مضطرب روایت تو وہ ہوتی ہے جسمیں اضطراب کو دور نہ کیا جا سکتا ہو اور لازماً ایک طریق کو ترجیح دینی پڑے۔ جبکہ یہاں تو تطبیق کی صورت موجود ہے اگر صحیح روایت کے بعض جملوں کی تطبیق نہ ہو سکے تو بھی مشترک باتیں لے لی جاتی ہیں اور مضطرب چھوڑ دی جاتی ہیں جسکی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ اس روایت میں جو اضطراب بتایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ راوی یہ بھی بیان کر رہا ہے کہ وہ اشیاء جن پر سحر کیا گیا تھا کنویں سے نکالی بھی گئیں اور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عائشہؓ نے پوچھا "افلا اخرجتہ" (آپ نے ان چیزوں کو نکالا نہیں؟)۔ تو اسمیں مطابقت یوں ہے کہ نبی علیہ السلام نے وہ غلاف (جو نر کھجور کے خوشے کا تھا) تو نکلوایا لیکن اسمیں سے کنگھی اور بالوں کو نہیں نکلوایا۔ اس کے متعلق عائشہؓ نے سوال کیا تو نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ "جب اللہ نے مجھے شفا دے دی تو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں لوگوں میں خواہ مخواہ ایک شور پھیلاؤں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے یہ اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ "اگر ایسا ہوا ہوتا تو اس واقع کے بہت سے راوی ہوتے" جب نبی علیہ السلام ہی نے اس معاملے کو مخفی رکھا اور اس کے تشہیر نہیں کی اور اسکا معمولی سا اثر بھی صرف نبی علیہ السلام کی خانگی زندگی کے ایک گوشے پر ہی ہوا تو یہ اعتراض کیسے کیا جا سکتا ہے؟

(باقی صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

★★ بقیہ:۔ سحر ★★

اعتراض:۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر معوذتین نازل کی گئیں جن کو پڑھ کر نبی علیہ السلام نے سحر کا توڑ کیا جب کہ یہ سورتیں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) تو مکہ میں نازل ہوئیں۔

جواب:۔ بخاری و مسلم کی روایات میں اس موقع پر معوذتین کے نزول کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ صحاح سے باہر کی کتابوں میں ہے جو صحیحین کی احادیث کے سامنے دلیل نہیں اور اگر ایسا نبی علیہ السلام نے کیا بھی ہو تو بھی یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ یہ سورتیں تو موجود تھیں لیکن انکا استعمال اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے بتایا' اس کے لئے موسیٰ علیہ السلام ہی کے واقعہ پر غور کرلیا جائے۔ کہ عصاء ان کے پاس موجود ہے' لیکن ہر موقع پر ان کو اس کے استعمال کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی ہے جادوگروں سے مقابلے کے وقت فرمایا گیا "**الق عصاک**" (اپنا عصاء پھینکو)' بحراحمر کو پار کرنے کے لئے حکم ملا "**اضرب بعصاک البحر**" (اپنا عصا سمندر پر مارو) پانی کا مطالبہ ہوا تو حکم ملا "**اضرب بعصاک الحجر**" (اپنا عصا پتھر پر مارو) دیکھیں عصاء تو موجود ہے لیکن ہر موقعہ پر استعمال کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ نبیؐ بالآخر بشر ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور نصرت کا ہر وقت محتاج۔ یہ واقعات اسی بات کو واضح کرنے کے لئے قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں' قصہ کہانی کے طور پر نہیں تاکہ اس کے ذریعے بعد کے ادوار میں نبی علیہ السلام کو اللہ کے ساتھ شریک سمجھ کر بندگی کرنے والوں پر حجت تمام ہو جائے۔ بہرحال ان روایات پر تو اتنی تفصیل کی ضرورت بھی نہیں' البتہ نبی علیہ السلام کا جو معمول تھا کہ رات کو سوتے وقت معوذتین پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے جسم پر پھیر لیتے تھے تو قیاس یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی یہ معمول بنایا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام شیطانی وساوس سے اپنی پناہ میں رکھے (آمین)!